حضرت امام محمد باقرؑ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

نام ونسب: آپ کا نام اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور باقر لقب۔ اسی وجہ سے امام محمد باقرؑ کے نام سے مشہور ہوئے بارہ اماموں میں سے یہ آپ ہی کو خصوصیت تھی کہ آپ کا سلسلۂ نسب ماں اور باپ دونوں طرف سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ دادا آپ کے سید الشہداء حضرت امام حسینؑ تھے جو حضرت رسول خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے نواسے تھے اور والدہ آپ کی ام عبداللہ فاطمہ حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادی تھیں جو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے نواسے تھے اس طرح حضرت امام محمد باقرؑ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند کمالات اور علیؑ اور فاطمہؑ کی نسل سے پاک خصوصیات کے باپ اور ماں دونوں کی جانب سے وارث ہوئے۔

ولادت: آپ کی ولادت روز جمعہ یکم رجب ۵۷ھ میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب امام حسنؑ کی وفات کو سات برس ہو چکے تھے امام حسینؑ مدینہ میں خاموشی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور وقت کی رفتار تیزی کے ساتھ واقعۂ کربلا کے اسباب کو فراہم کر رہی تھی زمانہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیعانِ اہلبیتؑ کے لئے پر آشوب تھا چن چن کر محبان علیؑ گرفتار کئے جا رہے تھے، تلوار کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے یا سولیوں پر چڑھائے جا رہے تھے اس وقت اس مولود کی ولادت گویا کربلا کے جہاد میں شریک ہونے والے سلسلہ میں ایک کڑی کی تکمیل تھی۔

واقعۂ کربلا: تین برس محمد باقرؑ اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسینؑ کے سایہ میں رہے جب آپ کا سن پورے تین برس کا ہوا تو امام حسنؑ نے مدینے کا سفر کیا۔ اس کمسنی میں محمد باقرؑ بھی راستہ کی تکلیفیں سہنے میں اپنے بزرگوں کے شریک رہے امام حسینؑ نے مکہ میں پناہ لی پھر کوفہ کا سفر اختیار کیا اور پھر کربلا پہنچے۔ ساتویں محرم سے جب پانی بند ہو گیا تو یقینا محمد باقرؑ نے بھی تین دن پیاس کی تکلیف برداشت کی۔ یہ خالق کی منشاء کی ایک تکمیل تھی کہ وہ روز عاشور میدان قربانی میں نہیں لائے گئے ورنہ جب ان سے چھوٹے سن کا بچہ علی اصغرؑ تیر ستم کا نشانہ ہو سکتا تھا تو محمد باقر علیہ السلام کا بھی قربان گاہ شہادت میں لانا ممکن تھا مگر سلسلۂ امامت کا دنیا میں قائم رہنا نظام کائنات کے برقرار رہنے کے لئے ضروری اور اہم تھا لہٰذا منظور الٰہی یہ تھا کہ محمد باقرؑ کربلا کے جہاد میں اسی طرح شریک ہوں جس طرح ان کے والد بزرگوار سید سجاد زین العابدینؑ شریک ہوئے عاشور

کو دن بھر عزیزوں کے لاشے پر لاشے آتے دیکھنا۔ بی بیوں میں کہرام، بچوں میں تہلکہ۔ امام حسینؑ کا وداع ہونا اور ننھی سی جان علی اصغرؑ تک کا جھولے سے جدا ہو کر میدان میں جانا اور پھر واپس نہ آنا امام کے باوقار گھوڑے کا درِ خیمہ پر خالی زین کے ساتھ آنا اور پھر خیمۂ عصمت میں ایک قیامت کا برپا ہونا یہ سب مناظر محمد باقرؑ کی آنکھوں کے سامنے آئے اور پھر بعد عصر خیموں میں آگ کا لگنا، اسباب کا لوٹا جانا بی بیوں کے سروں سے چادروں کا اتارا جانا اور آگ کے شعلوں سے بچوں کا گھبرا کر سراسیمہ و مضطرب ادھر ادھر پھرنا اس عالم میں محمد باقرؑ کے ننھے سے دل پر کیا گذری اور کیا تاثرات ان کے دل پر قائم رہ گئے اس کا اندازہ کوئی دوسرا انسان نہیں کرسکتا۔

گیارہ محرم کے بعد ماں اور پھوپھی دادی اور نانی اور تمام خاندان کے بزرگوں کو دشمنوں کی قید میں اسیر دیکھا۔ یقینا اگر سکینہ کا بازو اسی میں بندھ سکتا تھا تو یقین کیا جاسکتا ہے کہ محمد باقرؑ کا گلا بھی ریسمان ظلم سے ضرور باندھا گیا۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور پھر رہائی کے بعد مدینہ کی واپسی ان تمام منازل میں نہ جانے کتنے صدمے تھے جو محمد باقرؑ کے ننھے سے دل کو اٹھانا پڑے اور کتنے غم و الم کے نقش تھے جو دل پر ایسے بیٹھے کہ آئندہ زندگی میں ہمیشہ برقرار رہے۔

تربیت: واقعۂ کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ کی زندگی دنیا کی کشمکشوں اور آویزشوں سے بالکل الگ نہایت سکون اور سکوت کی زندگی تھی۔ اہل دنیا سے میل جول بالکل ترک کبھی محراب عبادت اور کبھی باپ کا ماتم ان ہی دو مشغلوں میں تمام اوقات صرف ہوتے تھے یہ ہی وہ زمانہ تھا جس میں امام محمد باقرؑ نے نشو و نما پائی۔ ۶۱ھ سے ۹۵ھ تک ۳۴ برس اپنے مقدس باپ کی سیرت زندگی کا مطالعہ کرتے رہے اور اپنے فطری خداداد ذاتی کمالات کے ساتھ ان تعلیمات سے فائدہ اٹھاتے رہے جو انھیں اپنے والد بزرگوار کی زندگی کے آئینہ میں برابر نظر آتی رہیں۔

باپ کی وفات اور امامت کی ذمہ داریاں:

حضرت امام محمد باقرؑ بھرپور جوانی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے ایک ساتھ جسمانی و روحانی کمال کے بلند ترین نقطہ پر تھے اور ۳۸ برس کی عمر تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کی وفات ہوئی حضرت نے اپنے وقت وفات ایک صندوق جس میں اہلبیتؑ کے مخصوص علوم کی کتابیں تھیں امام محمد باقرؑ کے سپرد کیا۔ نیز اپنی تمام اولاد کو جمع کر کے ان سب کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری اپنے فرزند محمد باقرؑ پر قرار دی اور ضروری وصایا فرمائے اس کے بعد امامت کی ذمہ داریاں حضرت امام محمد باقرؑ پر آئیں آپ سلسلۂ اہلبیتؑ کے پانچویں امام ہوئے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق جانشین تھے۔

اس دور کے خصوصیات: یہ زمانہ وہ تھا جب بنی امیہ کی سلطنت اپنی مادی طاقت کے لحاظ سے بڑھاپے کی منزلوں سے گذر رہی تھی بنی ہاشم پر ظلم و ستم اور خصوصاً کربلا کے واقعہ نے بہت حد تک دنیا کی آنکھوں کو کھول دیا تھا اور جب یزید خود اپنے مختصر زمانۂ حیات ہی میں جو واقعۂ کربلا کے بعد ہوا

اپنے کئے پر پشیمان ہو چکا تھا اور اس کے بُرے نتائج کو محسوس کر چکا تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ اپنے باپ اور دادا کے افعال سے کھلم کھلا اظہار بیزاری کر کے سلطنت سے دست بردار ہو گیا تھا تو بعد کے سلاطین کو کہاں تک ان مظالم کے مہلک نتائج کا احساس نہ ہوتا جب کہ اس وقت جماعت توابین کا جہاد، مختار اور ان کے ہمراہیوں کے خون حسینؑ کا بدلہ لینے میں اقدامات اور نہ جانے کتنے واقعات سامنے آچکے تھے جن سے سلطنت شام کی بنیادیں ہل گئی تھیں اس کا نتیجہ تھا کہ امام محمد باقرؑ کے زمانۂ امامت کو حکومت کے ظلم وتشدد کی گرفت سے کچھ آزادی نصیب ہوئی اور آپ کو خلق خدا کی اصلاح وہدایت کا کچھ زیادہ موقع مل سکا۔

عزائے امام حسینؑ میں انہماک:

آپ واقعۂ کربلا کو اپنی آنکھ سے دیکھے ہوئے تھے پھر اپنے باپ کی تمام زندگی کا جو امام مظلومؑ کے غم میں رونے میں بسر ہوئی مطالعہ کر چکے تھے یہ احساس بھی نہایت تکلیف دہ تھا کہ ان کے والد بزرگوار باوجود اتنے غم ورنج اور گریہ وزاری کے ایسا موقع نہ پاسکے کہ دوسروں کو امام حسینؑ کا ماتم برپا کرنے کی دعوت دیتے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو اس میں خاص اہتمام پیدا ہوا۔ آپ مجالس کی بنا فرماتے تھے اور کمیت بن اسدی جو آپ کے زمانہ کے بڑے شاعر تھے ان کو بلا کر مراثی امام حسین علیہ السلام پڑھواتے اور سنتے تھے۔ یہی وہ ابتدا تھی جسے حضرت امام جعفر صادقؑ اور ان کے بعد پھر امام رضا کے زمانہ میں بہت فروغ حاصل ہوا۔

علمی مرجعیت: دریا کا پانی بند کے باندھ دیئے جانے سے جب کچھ عرصہ تک ٹھہر جائے اور پھر کسی وجہ سے وہ بند ٹوٹے تو پانی بڑی قوت اور جوش وخروش کے ساتھ بہتا ہوا محسوس ہوگا۔ ائمہ اہلبیتؑ میں سے ہر ایک کے سینہ میں علم کا ایک ہی دریا تھا جو موجزن تھا مگر اکثر اوقات ظلم وتشدد کی وجہ سے اس دریا کو پیاسوں کے سیراب کرنے کے لئے بہنے کا موقع نہیں دیا گیا امام محمد باقرؑ کے زمانہ میں جب تشدد کا شکنجہ ذرا ڈھیلا ہوا تو علوم اہلبیتؑ کا دریا پوری طاقت کے ساتھ امنڈا اور ہزاروں پیاسوں کو سیراب کرتا ہوا شریعت حقہ اور احکام الٰہی کی کھیتیوں کو سرسبز بناتا ہوا دنیا میں پھیل گیا۔ اس علمی تبحر اور وسعت معلومات کے مظاہرے کے نتیجے میں آپ کا لقب باقرؑ مشہور ہوا۔ اس لفظ کے معنی ہیں ''اندرونی باتوں کے ظاہر کرنے والے'' چونکہ آپ نے اپنے علم سے بہت سے پوشیدہ مطالب کو ظاہر کیا اس لئے تمام مسلمان آپ کو باقر علیہ السلام کے نام سے یاد کرنے لگے آپ سے علوم اہلبیتؑ حاصل کرنے والوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ بہت سے ایسے افراد بھی جو عقیدتاً ائمۂ معصومینؑ سے وابستہ نہ تھے اور جنھیں جماعت اہل سنت اپنے محدثین میں بلند درجہ پر سمجھتی ہے وہ بھی علمی فیوض حاصل کرنے امام محمد باقر علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر آتے تھے۔ جیسے زہریؔ، امام اوزاعیؔ اور عطار بن جُریح، قاضی حفصؔ بن غیاثؔ وغیرہ یہ سب امام محمد باقر علیہ السلام کے شاگردوں میں محسوب ہیں۔

علوم اہلبیتؑ کی اشاعت: حضرت کے زمانہ میں علوم اہلبیتؑ کے تحفظ کا اہتمام ہوا اور حضرت کے شاگردوں نے ان افادات میں جو انھیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے

حاصل ہوئے مختلف علوم وفنون اور مذہب کے شعبوں میں کتابیں تصنیف کیں۔ ذیل میں حضرت کے کچھ شاگردوں کا ذکر اور ان کی تصانیف کا نام درج کیا جاتا ہے جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اسلامی دنیا میں علم ومذہب نے کتنی ترقی کی۔

(۱) ابان ابن تغلب۔ یہ علم قرأت اور لغت کے امام مانے گئے ہیں۔ سب سے پہلے کتاب غریب القرآن یعنی قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی تشریح انھوں نے تحریر کی تھی اور ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

(۲) ابوجعفر محمد ابن حسن ابن ابی سارہ رواسی۔ علم قرأت، نحو اور تفسیر کے مشہور عالم تھے۔ کتاب الفیصل معانی القرآن وغیرہ پانچ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔

(۳) عبداللہ ابن میمون اسود القداح۔ ان کے تصانیف سے ایک کتاب بعثت نبی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تاریخ زندگی میں اور ایک کتاب حالات جنت ونار میں تھی۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

(۴) عطیہ ابن سعید عونی۔ پانچ جلدوں میں تفسیر قرآن لکھی۔ ۱۱۱ھ میں وفات پائی۔

(۵) اسماعیل ابن عبدالرحمن لعدی الکبیر۔ یہ مشہور مفسر قرآن ہیں جن کے حوالے تمام اسلامی مفسرین نے سدی کے نام سے دیئے ہیں۔ ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۶) جابر بن یزید جعفی۔ انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پچاس ہزار حدیثیں سن کر یاد کیں اور ایک روایت میں ستر ہزار کی تعداد بتائی گئی ہے۔ اس کا ذکر صحاح ستہ میں سے صحیح مسلم میں موجود ہے۔ تفسیر، فقہ اور حدیث میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔

(۷) عمار بن معاویہ دہنی۔ فقہ میں ایک کتاب تصنیف کی ۱۳۳ھ میں وفات پائی۔

(۸) سالم بن ابی حفصہ ابویونس کوفی۔ فقہ میں ایک کتاب لکھی۔ وفات ۱۳۷ھ۔

(۹) عبدالمومن ابن قاسم ابوعبداللہ انصاری۔ یہ بھی فقہ میں ایک کتاب کے مصنف ہیں۔ ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

(۱۰) ابوحمزہ ثمالی۔ تفسیر قرآن میں ایک کتاب لکھی اس کے علاوہ کتاب النوادر اور کتاب الزہد بھی ان کے تصانیف میں سے ہیں۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

(۱۱) زرارہ ابن اعین بڑے بزرگ مرتبہ شیعہ عالم تھے۔ ان کی علم الکلام اور فقہ اور حدیث میں بہت سی کتابیں ہیں۔ وفات ۱۵۰ھ

(۱۲) محمد بن مسلم۔ یہ بھی بڑے بلند پایہ بزرگ تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے تیس ہزار حدیثیں سنیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے ایک کتاب تھی چہار صد مسئلہ در ابواب حلال وحرام۔ وفات ۱۵۰ھ

(۱۳) یحییٰ بن قاسم ابوبصیر اسدی جلیل المرتبہ بزرگ تھے۔ کتاب مناسک حج، کتاب یومٌ ولیلۃ تصنیف کی۔ ۱۵۲ھ میں وفات پائی۔

(۱۴) اسحٰق قمی۔ فقہ میں ایک کتاب کے مصنف ہیں۔

(۱۵) اسماعیل بن جابر خشعمی کوفی احادیث کی کئی کتابیں تصنیف کیں اور ایک کتاب فقہ میں تصنیف کی۔

(۱۶) اسماعیل بن عبدالخالق۔ بلند مرتبہ فقیہ تھے، ان کی تصنیف سے بھی ایک کتاب تھی۔

(۱۷) بروالاسکاف الازدی۔ فقہ میں ایک کتاب لکھی۔

(۱۸) حارث بن مغیرہ۔ یہ بھی مسائل فقہ میں ایک کتاب کے مصنف ہیں۔

(۱۹) حذیفہ بن منصور خزاعی۔ ان کی بھی ایک کتاب فقہ میں تھی۔

(۲۰) حسن بن السری الکاتب۔ ایک کتاب تصنیف کی۔

(۲۱) حسین بن ثور ابن ابی فاختہ۔ کتاب النوادر تحریر کی۔

(۲۲) حسین بن حماد عبدی کوفی۔ ایک کتاب کے مصنف ہیں۔

(۲۳) حسین بن مصعب بجلی۔ ان کی بھی ایک کتاب تھی۔

(۲۴) حماد بن ابی طلحہ۔ ایک کتاب تحریر کی۔

(۲۵) حمزہ بن عمران بن اعین۔ زرارہ کے بھتیجے تھے اور ایک کتاب کے مصنف تھے۔

یہ چند نام ہیں ان کثیر علماء وفقہا ومحدثین میں سے جنھوں نے امام محمد باقرؑ سے علوم اہلبیتؑ کو حاصل کر کے کتابوں کی صورت میں محفوظ کیا۔ یہ اور پھر اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں جو سیکڑوں کتابیں تصنیف ہوئی یہی وہ سرمایہ تھا جس سے بعد میں کافی، من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب اور استبصار ایسے بڑے حدیث کے خزانے جمع ہو سکے اور جن پر شیعت کا آسمان دورہ کرتا رہا ہے۔

اخلاق واوصاف: آپ کے اخلاق وہ تھے کہ دشمن بھی قائل تھے۔ چنانچہ ایک شخص اہل شام میں سے مدینہ میں قیام رکھتا تھا اور اکثر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا اس کا بیان ہے کہ مجھے اس گھرانے سے ہرگز کوئی خلوص ومحبت نہیں مگر آپ کے اخلاق کی کشش اور فصاحت وہ ہے جس کی وجہ سے میں آپ کے پاس آنے اور بیٹھنے پر مجبور ہوں۔

امور سلطنت میں مشورہ: سلطنت اسلامیہ حقیقت میں ان اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق تھی مگر دنیا والوں نے مادّی اقتدار کے آگے سر جھکایا اور ان حضرات کو گوشہ نشینی اختیار فرمانا پڑی۔ عام افراد انسانی کی ذہنیت کے مطابق اس صورت میں اگر حکومت وقت کسی وقت ان حضرات کی امداد کی ضرورت محسوس کرتی تو صاف طور پر انکار میں جواب دیا جا سکتا تھا۔ مگر ان حضرات کے پیش نظر عالی ظرفی کا وہ معیار تھا جس تک عام لوگ پہنچے ہوئے نہیں ہوتے۔ جس طرح امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے سخت موقعوں پر حکومت وقت کو مفید مشورے دینے سے دریغ نہیں کیا اسی طرح اس سلسلہ کے تمام حضرات نے اپنے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے ساتھ یہی طرز عمل اختیار کیا چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسی صورت

پیش آئی۔ واقعہ یہ تھا کہ حکومت اسلام کی طرف سے اس وقت تک کوئی خاص سکّہ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ رومی سلطنت کے سکّے اسلامی ممالک میں بھی رائج تھے۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں سلطنت شام اور سلطان روم کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ رومی سلطنت نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے سکوں پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے خلاف کچھ الفاظ نقش کرادے گی۔ اس سے مسلمانوں میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی۔ ولید نے ایک بہت بڑا جلسہ مشاورت کے لئے منعقد کیا جس میں عالم اسلام کے ممتاز افراد شریک تھے اس جلسہ میں امام محمد باقر علیہ السلام بھی شریک ہوئے اور آپ نے یہ رائے دی کہ مسلمانوں کو خود اپنا سکّہ ڈھالنا چاہئے جس میں ایک طرف لَآ اِلٰہ الاّ اللّٰہ اور دوسری طرف محمد رسولؐ اللّٰہ نقش ہو۔ امام علیہ السلام کی اس تجویز کے سامنے سر تسلیم خم کیا گیا اور اسلامی سکّہ اسی طور سے تیار کیا گیا۔

سلطنت بنی امیہ کی طرف سے مزاحمت:

باوجودیکہ امام محمد باقرؑ معاملات ملکی میں کوئی دخل نہ دیتے تھے اور دخل دیا بھی تو سلطنت کی خواہش پر وقار اسلامی کے برقرار رکھنے کے لئے مگر آپ کی خاموش زندگی اور خالص علمی اور روحانی مرجعیت بھی سلطنت وقت کو گوارا نہ تھی چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے مدینہ کے حاکم کو خط لکھا کہ امام محمد باقرؑ کو ان کے فرزند حضرت جعفر صادقؑ کے ساتھ دمشق بھیج دیا جائے اس کو منظور یہ تھا کہ حضرت کی عزت و وقار کو اپنے خیال میں دھچکا پہنچائے۔ چنانچہ جب یہ حضرات دمشق پہنچے تو تین دن تک ہشام نے ملاقات کا موقع نہیں دیا۔ چوتھے دن دربار میں بلا بھیجا ایک ایسے موقع پر کہ جب وہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا اور لشکر داہنے اور بائیں ہتھیار لگائے صف بستہ کھڑا ہوا تھا اور وسط دربار میں ایک نشانہ تیر اندازی کا مقرر کیا گیا تھا اور روسائے سلطنت اس کے سامنے شرط باندھ کر تیر لگاتے تھے۔ امام علیہ السلام کے پہنچنے پر انتہائی جرأت اور جسارت کے ساتھ اس نے خواہش کی کہ آپ بھی ان لوگوں کے ہمراہ تیر لگائیں۔ ہر چند حضرت نے معذرت فرمائی مگر اس نے قبول نہ کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ آل محمدؑ طویل مدت سے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کو جنگ کے فنون سے کیا واسطہ اور اس طرح منظور یہ تھا کہ لوگوں کو ہنسنے کا موقعہ ملے مگر وہ یہ نہ جانتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک فرد کے بازو میں علی علیہ السلام کی قوت اور دل میں امام حسینؑ کی طاقت موجود ہے۔ وہ حکم الٰہی اور فرض کا احساس ہے جس کی وجہ سے یہ حضرات ایک سکون اور سکوت کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔ یہی ہوا کہ جب مجبور ہوکر حضرت نے تیر و کمان ہاتھ میں لیا اور چند تیر پے در پے ایک ہی نشانے پر بالکل ایک ہی نقطہ پر لگائے تو مجمع تعجب اور حیرت میں غرق ہوگیا اور ہر طرف سے تعریفیں ہونے لگیں۔ ہشام کو اپنے طرز عمل پر پشیمان ہونا پڑا۔ اس کے بعد حضرت سے مسئلہ امامت اور فضائل اہلبیتؑ پر گفتگو ہوئی جس کے بعد اس کو یہ احساس ہوا کہ امامؑ کا دمشق میں قیام کہیں عام خلقت کے دل میں اہلبیتؑ کی عظمت قائم کر دینے کا سبب نہ ہو اس لئے اس نے آپ کو واپس مدینہ جانے کی اجازت دے دی مگر دل میں حضرت کے ساتھ عداوت میں اور اضافہ ہوگیا۔

وفات: سلطنت شام کو جتنا حضرت امام محمد باقرؑ کی جلالت اور بزرگی کا اندازہ زیادہ ہوتا گیا اتنا ہی آپ کا وجود ان کے لئے ناقابل برداشت محسوس ہوتا رہا۔ آخر آپ کو اُس خاموش زہر کے حربے سے جو اکثر سلطنت بنی امیہ کی طرف سے کام میں لایا جارہا تھا۔ شہید کرنے کی تدبیر کرلی گئی۔ وہ ایک زین کا تحفہ تھا جس میں خاص تدبیروں سے زہر پوشیدہ کیا گیا تھا اور جب حضرت اس زین پر سوار ہوئے تو زہر جسم میں سرایت کرگیا چند روز کرب وتکلیف میں بستر بیماری پر گذرے اور آخر سات ذی الحجہ کو ۱۱۴ھ کو ۵۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کو حسب وصیت تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ جن میں سے ایک وہ یمنی چادر تھی جسے اوڑھ کر آپ روز جمعہ نماز پڑھتے تھے اور ایک وہ پیراہن تھا جسے آپ ہمیشہ پہنے رہتے تھے اور جنت البقیع میں اسی قبہ میں کہ جہاں حضرت امام حسنؑ اور امام زین العابدینؑ دفن ہوچکے تھے، حضرت بھی دفن کئے گئے۔

منقبت امام نہم حضرت محمد تقیؑ

جناب اشتیاق حسین رضوی ساحرؔ فیض آبادی

جلوۂ عصمت امامت کے نویں پیکر میں ہے
جو ہر آئینے میں ہے یا آئینہ جوہر میں ہے

از محمدؐ تا محمدؐ سب محمدؐ سب علیؑ
نورِ ختمی مرتبتؐ کی تاب ہر گوہر میں ہے

آپ کو زہراؑ کی فرزندی کا حاصل ہے شرف
آلِ عمراں کی طہارت وارثِ حیدر میں ہے

پیش منظر میں ہے شہرِ عِلم کی بارہ دری
شاہکارِ کربلا اِس گھر کے پس منظر میں ہے

اے مرے سَاقی سلامت تیرا میخانہ رہے
مےِ مودّت کی بقدرِ ظرف ہر سَاغر میں ہے

کہہ کے یہ مولا رضاؑ کو تہنیت کعبے نے دی
اک محمدؐ کی ولادت اک علیؑ کے گھر میں ہے

اہلِ بیتِ مصطفیؐ میں غیر شامل ہوسکیں
اتنی گنجائش کہاں تطہیر کی چادر میں ہے

دیجئے مَشہد میں حیدرؑ کے غلاموں کو خراج
قنبری سطوت کہاں شاہوں کے کرّ و فر میں ہے

اصل کی نقلیں اتارے اور کرے بازی گری
ابتدا سے آج تک دنیا اِسی چکّر میں ہے

مَس ہو قدموں سے علیؑ کے تب کوئی قنبر بنے
جو ہر آئینہ پنہاں یوں تو ہر پتھر میں ہے

دُشمنی چھپ چھپ کے اہل بیت سے یاروں نے کی
کیسی کیسی آستینوں کا نشاں خنجر میں ہے

میرا ایماں ہے کہ سَاحرؔ دین و دُنیا کی فلاح
صدقِ دل سے اتباعِ آلِ پیغمبرؐ میں ہے